در ملک ثانی محمود رمضانی صیفی نظامی
محمود عالم سلیمانی تونسوی

اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ

دِیدَار

حضرت اللہ بخش تونسویؒ

باجازت حضرت خواجہ خان محمدؐ صاحب مدظلہٗ

سجادہ نشین تونسہ شریف

مُرتّبہ

خلیفہ رحیم بخش خادم درگاہ سلیمانی

ملنے کا پتہ

خلیفہ نور احمد چشتیہ کتاب گھر تونسہ شریف

دیباچہ

میں تیری شان میں اے خواجہ کیا زباں سے کہوں	مرے لئے تو یہاں خامشی ہی انسب ہے
مگر ہے نام خدا خوب نام اللہ بخش	خطاب تجھ سے ہے لیکن خدا مخاطب ہے

(کتاب دیدار حضرت سلیمان لکھنے کے بعد "دیدار حضرت اللہ بخش" کی ضرورت پیش نظر تھی۔ کیونکہ آپ بھی ایک چشمۂ فیض تھے۔ جنہوں نے اپنے جدامجد حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے نقش قدم پر چلنے کی پوری کوشش کی۔ آپ میں کسر نفسی متانت۔ تواضع۔ سادگی۔ حلیمی۔ انکساری۔ خوش خلقی حضرت اعلیٰ کیطرح موجود تھی۔ زُہد و تقویٰ۔ مروّت و سخاوت۔ علم و حکمت۔ طاقت و شرافت وغیرہ میں اللہ تعالیٰ نے خاص ہمت عطا کی تھی۔ ایسے جلیل القدر بزرگ کی مختصر مگر جامع سوانح عمری قلمبند کرنا آسان بات نہیں تھی۔ لیکن حضور کی توجہ خاص اور ناظرین کرام کی حوصلہ افزائی سے ہمت بلند ہوئی۔ یہ نسخہ بھی عقیدت مندوں کیلئے تحفہ ہے جو مشعل راہ ثابت ہوگا۔ امید ہے کہ آپ ایسی بزرگ ہستیوں کے اخلاق و عادات حسنہ سے آگاہ ہوکر مستفید اور مستفیض ہونگے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

یہ ناچیز موجودہ گدی نشین درگاہ سلیمانیؒ حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالی کا مشکور بلکہ ممنون ہے کہ جنہوں نے اس کام میں میری حوصلہ افزائی اور رہنمائی فرمائی۔

من زخوانندگاں دعا طمع دارم	زاں کہ من بندۂ گنہگار م

خادم:۔ نیاز نقش۔ رحیم بخش۔ تونسہ شریف رجب ۱۳۸۰ھ

آسودہ زنام تو جہان اللہ بخش — بر نام تو دل فدا و جان اللہ بخش
ہر کس کہ بود طالب بخشائش حق — باید کہ کند ورد زبان اللہ بخش

بشارت قبل از ولادت

حضرت مہار شریف تشریف لے گئے تو وہاں آپ جب خانقاہ قبلہ عالمؒ کے دروازے سے باہر نکلے۔ تو کسی نے دو پھول دیئے۔ آپ نے لے لئے اور فرمایا مجھے دو پوتوں کی بشارت ملی ہے۔

اسم مبارک

آپ کا نام نامی اسم گرامی اللہ بخشؒ ابن خواجہ گل محمد صاحبؒ بن خواجہ محمد سلیمان صاحبؒ (ملقب حضرت ثانی ہوئے)

ولادت

آپ کی ولادت باسعادت ماہ ذوالحجہ ۱۲۴۱ھ میں ہوئی "زہے بیدار بخت" آپ کی تاریخ ولادت ہے۔

جب حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحبؒ کو مہار شریف میں مولود مسعود کے تولد کی خوشخبری ملی تو آپ بہت خوش ہوئے۔ بارگاہِ الٰہی میں شکریہ ادا کیا اور قبلہ عالمؒ سے اجازت لے کر تونسہ شریف آنے کی تیاری کی۔ دادا صاحب نے جب آکر پوتے کو دیکھا۔ تو بہت مسرور و شاداں ہوئے۔ آپ کے تولد ہوتے ہی آثار سعادت فوراً ظاہر ہونے لگے جس کا حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحبؒ بھی اعتراف کرتے تھے۔ اور مجلس عام میں فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب سے یہ بختاور لڑکا ہمارے گھر میں پیدا ہوا ہے لنگر کی عسرت و تنگی رفع ہو گئی۔ آپ کی تعلیم حسب فرمان خواجہ محمد سلیمان صاحبؒ مولوی محمد امین صاحب سے شروع کرائی گئی۔ جو ایک بہت بڑے عالم

تھے۔ آپ نے علاوہ قرآن مجید اور نظم کے عربی صرف و نحو بھی پڑھی۔ اور تفسیر و حدیث پر بھی عبور حاصل کیا۔ علاوہ ازیں انشاء پردازی اور خطوط نویسی میں بھی اچھی مہارت حاصل کی۔ اس کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں درسی تعلیم سے فراغت پاکر علم سلوک و تصوف کی تحصیل فرمائی جس کے خود جد امجد معلّم تھے۔

ابتدائے عمر میں مبتلا تپ دق ہوئے۔ حضرت خواجہ گل محمدؒ صاحبؒ قبلہ عالتِ اضطرار میں سید جمال شاہ مست بیکانیری کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ اور استخارہ کرنے کو کہا۔ سید صاحب نے استخارہ کے بعد جواب دیا۔ کہ میں نے دیکھا ہے۔ کہ سلطان الاولیاء غریب نواز اجمیریؒ اور مولانا فخر جہاںؒ نیز دیگر خواجگان سلسلہ رحمۃ اللہ علیہم نے صاحبزادہ صاحب کو تخت سلیمانی پر بٹھایا اور دستار سبز سر مبارک پر باندھی ہے۔ پس کچھ اندیشہ نہیں ہے۔ بلکہ مقام مسرت ہے۔ اس کی تعبیر ظاہر ہے۔ تمہیں مبارک ہو یہ بات سن کر خواجہ گل محمد صاحبؒ خوش ہوئے۔ لیکن متعجب ہوئے کہ میرے ہوتے ہوئے وہ خواجہ صاحب کے مصلّی پر کس طرح رونق افروز ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہوا۔ خداوند کریم نے انہیں صحت بخشی۔ آپ ابھی اکیس سال کے تھے۔ کہ ۱۲۶۱ھ آپ کے والد بزرگوار خواجہ گل محمد صاحبؒ حضرت اعلیٰؒ کے فرزند دلپسند جو ایک صاحب دل بزرگ تھے۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحبؒ کی عین حیات میں وصال کر گئے۔ اور حضرت اعلیٰؒ کا تمام فیض براہ راست

آپ کو حاصل ہوا۔ چنانچہ اس وارثِ ملک سلیمان کی شہنشاہی کا غلغلہ ہندوستان سے افغانستان اور افغانستان سے عرب و ترکستان تک پہنچا۔ اور اپنے دریائے فیض سے ہر ایک تشنہ کام کو سیراب فرمایا۔ وائل عمر سے ہی آپ صوم وصلوٰۃ کے پابند اور فقیر دوست تھے۔

خلافت (حصول نعمت روحانی۔ اور جانشینی):۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب کی مرض الموت میں آپ سائے کی طرح ان کے ساتھ رہے۔ ہر وقت تیمارداری میں مشغول رہے جب مرض کی شدت ہوئی تو تمام نعمت روحانی جو کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سینہ بسینہ چلی آتی تھی (اور قبلہ عالمؒ سے آپ کو ملی تھی)، آپ کے حوالے کی شدتِ مرض کو دیکھ کر آپ رو دئیے۔ حضرت خواجہ سلیمان صاحب علیہ رحمت نے فرمایا کہ فکر نہ کرو۔ میرا جسم تیرے جسم کے ساتھ ہوگا۔ میری زبان تیری زبان کے ساتھ ہوگی اور میری روح تیری روح کے ساتھ ہوگی۔ آپ نے عرض کی مجھے یہی کافی ہے کہ آپ کے فقیروں کی جوتیاں سیدھی کرتا رہوں۔ نکتہ پسند آیا۔ تو فرمایا نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ یعنی میں نے اپنی روح تم میں پھونک دی سبحان اللہ یہ کیا کلمہ ہے۔ مناقب محبوبین میں ہے کہ حضرت اعلیٰ نے بوقت وصیال خاص توجہ کی نظر کیمیا اثر سے آپ کو دیکھا اور نعمت باطنی عطا کی۔ غرض اتنا دیا کہ دوسرے کی حاجت نہ رہی۔ قبل وفات کے اپنی دلائل الخیرات آپ کو دی اور فرمایا اب ہم سے نہیں پڑھی جاتی

ہماری طرف سے تم بڑے ہو۔ اور فرمایا کہ مریدوں کے سلسلہ پر ہماری طرف سے تم دستخط کرتے رہو۔ اس سے مراد یہ تھی ؎

من تو شدم تو من شدی۔ من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری!

غرض اسطرح خلافت اپنے جدامجد حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب رح سے پائی۔ اور ان ہی کے جانشین ہوئے

چوں وارثِ نعمت سلیمانی شد   اللہ بخش غوث صمدانی شد
اسرار نفخت فیہ من روحی یافت   شد ثانی پیر و پیر لاثانی شد

آپ عالم علوم ظاہری و کمال باطنی کے تھے۔ آپ کا درجہ، رتبہ، شان شوکت اور دبدبہ ایسا تھا کہ خدا کی قدرت یاد آتی تھی۔ آپ کے حالات کشف وکرامات وریاضیات واوصاف صفات احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ یہاں پر کچھ حال تبرکاً لکھا جارہا ہے۔ بہارستان جامی میں حضرت جامی رح نے لکھا ہے۔ کہ پیر ہرات قدس سرہٗ نے اپنے مریدوں کو وصیت کی کہ ہر پیر سے ایک سخن یاد کریں۔ اگر نہ ہو سکے۔ نام ونشاں ان کا یاد کریں۔ تو بہرہ پاویں۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ بروز قیامت بندہ مفلسی اور بیمائیگی سے شرمندہ ہو۔ اللہ تعالےٰ فرماوے فلانے دانشمند یا عارف کو تو جانتا ہے۔ بندہ عرض کرے جانتا ہوں۔ فرمان پہنچے۔ ساتھ اس کے ہم نے تجھ کو بخشا حسب قول حضرت سعدی شیرازی رح بیت

شنیدم کہ در روز امید وبیم   بداں را بر نیکاں ببخشد کریم

سفرِ اجمیر و دہلی

حضرت خواجہ سلیمانؒ کی وفات کے بعد آپ کی کرامات اور بزرگیوں کا دُور دُور تک شہرہ ہوتا گیا۔ اور کثرت سے لوگ ہر چہار جانب سے جوق در جوق سلسلہ مریدی میں داخل ہوتے۔ بڑے حضرت صاحب کی وفات کو ابھی تین سال گذرے تھے کہ آپ کو حضرات خواجگان چشت کی زیارات سے مشرف ہونے کا شوق ہوا۔ چنانچہ ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۸۵۳ء میں ہندوستان جانے کی تیاری کی اور سینکڑوں غلاموں کے ہمراہ پہلے تاج سرور میں حضرت قبلۂ عالمؒ مہاروی کی مزار پُر انوار کی زیارت کی اور پھر مہار شریف جا کر قبلۂ عالمؒ کے صاحبزادوں سے ملاقات کی۔ اور صاحبزادہ غلام فخر الدین صاحب کو ہمراہ لے کر بیکانیر کے رستے اجمیر شریف کو روانہ ہوئے۔ بیکانیر پہنچے تو آپ شہر کے باہر ایک مسجد میں رہے۔ اور تین دن تک وہیں ٹھیرے۔ یہاں ہر قوم اور ہر فرقہ کے بہت سے لوگ آپ کے مرید ہوئے یہاں راجہ سردار سنگھ والئے بیکانیر آ کر زیارت سے مشرف ہوا۔ بیکانیر سے روانہ ہو کر ناگور سے ہوتے ہوئے میرٹھ میں پہنچے اور ۲۸ جمادی الثانی کو اجمیر شریف میں پہنچے حضرت خواجہ معین الدین صاحب چشتیؒ کے روضہ منورہ کی زیارت کی۔ اور دس دن قیام فرمایا۔ اجمیر کے لوگ ان کے جمال باکمال پر فریفتہ ہوئے۔ اور ہزاروں نے آ کر بیعت کی۔ بعد میں ہے پور گئے۔ کئی یوم ٹھیرے۔ یہاں کا راجہ رام سنگھ بڑے اعتقاد سے حاضر ہوا۔ پھر وہاں سے حضور دہلی پہنچے۔ اور خواجہ قطب الدین صاحبؒ

مولانا فخرالدین صاحبؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ یہاں بھی بہت سے لوگ غلامی میں آکر داخل ہوئے۔ بادشاہ وقت ابوالمظفر بہادرشاہ جو مغلیہ خاندان کا آخری بادشاہ تھا۔ کو جب خبر ملی تو وہ حضرت خواجہ نصیرالدین صاحب چراغ دہلویؒ کی درگاہ کے دروازے پر آئے۔ جہاں خواجہ صاحب ٹھیرے ہوئے تھے۔ بہت انتظار کے بعد بادشاہ زیارت سے مشرف ہوا۔ دوسرے دن حضرت صاحب شاہجہان آباد گئے تو وہاں بڑے بڑے امراء وزراء آکر قدمبوس ہوئے۔ اور بادشاہ انہیں محل سرا میں لے گئے۔ جہاں سب بیگمات مرید ہوئیں۔ بادشاہ نے ایک ہاتھی اور بہت سا نقد وجنس خدمت میں تحفہ پیش کیا۔ ہاتھی تو جناب صاحبزادہ نظام الدین صاحب نبیرہ مولانا فخرالدین صاحبؒ کو دیدیا۔ پھر واپس وطن کی جانب رُخ فرمایا۔ اور سرسہ کے راستہ سے لوگوں کو فیضیاب کرتے مہار شریف تشریف لائے۔ اور بعد ازاں بخیر و عافیت تونسہ شریف پہنچ گئے۔

اخلاق وجُود وسخا

سادہ لباس۔ فقیرانہ ٹوپی سر پر بہت ہی خوش اخلاق اور غریبوں کے حال پر بہت ہی مہربان جو ردپیہ نذر و نیاز وغیرہ آتا۔ وہ سب یا تو لنگرخانہ میں خرچ کرتے یا مسجد۔ چاہ اور مکانات کی تعمیر میں۔

آپ متقی۔ پرہیزگار۔ صوفی۔ خداپرست فقیر تھے۔ فیاض اس درجہ کے تھے۔ کہ وقتاً فوقتاً امیر مرید آپ کی خدمت میں بہت سے

مختلف قسم کے تحفے زر و نقد۔ میوے وغیرہ بھیجا کرتے تھے۔ عموماً خود اپنے ہاتھوں سے تقسیم فرما دیتے۔ آموں۔ کھجوروں۔ خربوزوں۔ تربوزوں کی بھری ہوئی کشتیاں آتیں۔ سب حصہ رسدی غربا اور درویشوں میں تقسیم کرا دیتے

مہمان نواز حد درجہ کے تھے۔ گھر میں صاحبزادگان کے ہمراہ ایک ہی دسترخوان پر روٹی کھاتے۔ ایک صاحبزادہ موجود نہ ہوتا تو بیٹھکر اسکا انتظار کرتے۔ اکیلے کھانا نہیں کھاتے تھے۔ سب مل کر تناول فرماتے حتےٰ کہ سفر میں بھی یہی معمول تھا۔ اپنے ساتھیوں اور غلاموں کی خبرگیری فرماتے اور پھر آپ کھاتے۔ مسنون طریقے پر عمل فرماتے۔ سبحان اللہ

سفر حج سنہ ۱۲۹۹ھ میں آپ بہت سے ہمراہیوں کے ساتھ حج پر روانہ ہوئے۔ اور اپنے فرزند ارجمند حافظ محمد موسیٰ صاحبؒ کو پیچھے اپنے مُصلے پر بٹھا گئے۔ کہتے ہیں سمندر میں جبکہ جہاز چل رہا تھا۔ تو یکایک طوفان آگیا۔ اور جہاز ڈانواں ڈول ہونے لگا۔ طوفان ایسا سخت تھا۔ کہ کپتان جہاز نے کہدیا۔ کہ جہاز کے بچنے کی اب کوئی اُمید نہیں رہی۔ یہ سن کر سب لوگ پریشان ہوکر اِدھر اُدھر دوڑنے لگے اور سب کو جان کے لالے پڑ گئے۔ لوگوں کی چیخ و پکار سے اوسان خطا ہوگئے۔ شور و غل کیوجہ سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ اور جہاز میں ایک کہرام مچا ہوا تھا۔ خواجہ محمود صاحبؒ (جو اس سفر میں ہمراہ تھے) فرماتے تھے۔ میں بھی پریشانی میں اِدھر اُدھر دوڑنے لگا۔ حضرت ثانیؒ نے پوچھا۔ محمودؒ! یہ کیا شور ہے؟ میں نے عرض کی حضور۔ جہاز ڈوبتا ہے

اس لئے لوگ چیخ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا لوگوں کو تسلی دو۔ کہ جہاز نہیں ڈوبتا۔ کیونکہ میں نے جو امانت حافظ موسیٰؒ کو تفویض کرنی ہے۔ وہ میرے پاس ہے۔ اور حافظ موسیٰؒ تو نسے میں بیٹھا ہوا ہے۔ خدا کی شان! اسی وقت طوفان تھم گیا اور جہاز صحیح سلامت کنارے پر جا لگا۔

کرامات اور اجابتِ دعا

ان کی کرامات کوئی ایک آدھ نہیں جو عام لوگوں کو معلوم نہ ہوں۔ بلکہ سینکڑوں نہیں۔ ہزاروں کرامتیں ظہور پذیر ہوئیں۔ جو زبان زد خلائق ہیں۔ غالباً ہر عقیدت مند نے کوئی نہ کوئی خاص بات حضرت کی ضرور مشاہدہ کی ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے آکر عرض کیا۔ کہ حضرت دعا فرمایئے۔ خدا تقصیر معاف کرے۔ لوگ خراب ہو گئے ہیں۔ قحط اور خشک سالی سے جان بلب ہیں اور یہ شعر پڑھا ؎

ما ہمہ تشنہ لبانیم تو ئی آبِ حیات   لطف فرما کہ ز حد میگذرد تشنہ لبی

حضرت صاحب نے اسّی لاکھ درود شریف پڑھنے کو فرمایا۔ دوسرے جمعہ تک وہ ایک کروڑ پورا پڑھکر لایا اس پر حضرت صاحب نے فرمایا اچھا اب خدا سے لینے والے ہیں۔ غرض اسطرح سے ایک دن دن کے بعد اتوار کو اتنی دوڑ کو ہی آئی۔ کہ سارا علاقہ سیراب ہوا۔

بچے کو شفا

موسیٰ خان پٹواری کہتا ہے۔ کہ میں نے سنا ہوا تھا۔ کہ انسان کو کیسی ہی مشکل پیش آئے۔ اگر

وہ ولی کامل کو خدا کی جناب میں وسیلہ پیش کرے تو وہ مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ ایک دن میرا لڑکا بیمار ہو گیا حتےٰ تکلیف حد سے بڑھ گئی مایوسی ہونے لگی۔ رات کو میں نے خدا کی جناب میں عرض کی۔ کہ میں نے تیرے ولی خواجہ اللہ بخش صاحبؒ کو دیکھا تھا۔ اس کے طفیل سے میرے بچے کو شفا عطا فرما۔ خدا کی شان دن کو بچے کی بیماری جاتی رہی اور وہ تندرست ہو گیا۔

حاجی کو گھر پہنچایا

احمد علی شاہ نے غلام حضور نے درویش محمد پٹواری کے سامنے بیان کیا۔ کہ حضور کا ایک پہاڑی غلام حج کرنے گیا۔ حج کے بعد مدینے شریف گیا۔ تو اس کے پاس زادِ راہ نہ رہا۔ مجبوراً دو سال تک وہیں بیٹھا رہا۔ اپنے پیر کو یاد کر کے دعائیں مانگتا۔ کہ کس طرح گھر پہنچوں ایک دن شام کے وقت جب مدینے میں نماز مغرب سے فارغ ہوا۔ تو دیکھا کہ آپؒ تشریف لائے ہیں۔ دوڑ کر قدمبوس ہوا۔ آپ نے فرمایا تجھے سردی لگی ہوئی ہے۔ جاؤ سامنے وہاں جو آگ جل رہی ہے۔ وہاں سے آگ لے آؤ۔ حاجی کہتا ہے۔ کہ جب میں ادھر گیا۔ دیکھا کہ وہ کوئی مدینے کا مقام نہیں ہے۔ بلکہ وہ میرے اپنے گھر کا مکان ہے اور میرے ہی بال بچے بیٹھے آگ تاپ رہے ہیں۔ میں ان سے ملا۔ لیکن دل میں حیران تھا۔ کہ ابھی ابھی اتنا جلدی گھر کیسے پہنچ گیا۔ صبح کو اٹھ کر تونسے کا رستہ لیا۔ یہاں آ کر حضور کی قدمبوسی کی۔ مسکرا کر فرمایا۔ ابھی تک آگ نہیں لائے میں نے آنکھیں

نیچی کرلیں۔ فرمایا خیر شکر ہے گھر تو پہنچ گئے۔ (منقول از کتاب خواجہ عابدؒ مولفہ حافظ علی محمد صاحب)

قطب مدار کی زیارت

حاجی غلام حسین خان جا نڈیہ ہمیشہ آپ کی خدمت میں عرض کرتا کہ مجھے قطب مدار کی زیارت کرائیے۔ جواب میں آپ فرماتے تھے۔ جب حج پر چلیں گے۔ تو تمہیں دکھاؤں گا۔ غلام حسین خان نے یہ احمد علی شانہ گر کو بھی تبلایا۔ اس نے کہا مجھے بھی زیادت کرانا۔ احمد علی کہتا ہے کہ میں اور غلام حسین خان حج کے دوران جب مکے کی ایک مسجد میں نماز پڑھنے گئے۔ وہاں دیکھا تو پہلے سے دو شخص بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے کہہ رہا ہے کہ قطب مدار یہاں آیا ہوا ہے۔ چلو اس کی زیارت کریں۔ یہ کہکر وہ دونوں چل دئے۔ ہم دونوں بھی ان کے پیچھے ہو لئے۔ وہ دونوں سیدھے حضور کی خدمت میں پہنچے اور زیارت کی تب ہم نے دیکھا کہ قطب مدار تو آپ ہی ہیں۔

ایک مرید کی عزت افزائی

مولوی احمد دین نبیرہ مولوی احمد صاحبؒ (رد ھنے والے) روایت کرتا ہے۔ کہ ایک دن آپ خانقاہ مبارک کے سامنے۔ تشریف فرما تھے کہ اتنے میں اکیلا ایک مرید خانقاہ کے بڑے دروازے سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ آپ کے پاس آپ کے فرزند خواجہ حافظ محمد موسیٰ صاحبؒ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنے فرزند کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا

یہی شخص ہے جو کہ کشتی غرق کر کے آرہا ہے ۔خیر وہ آکر قدمبوس ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ تمہارا گھر کہاں ہے۔ اس نے عرض کی۔ میکی ڈھوک جو کہ کالا باغ سے شمال کیطرف ہے۔ آپ نے پوچھا۔ پھر کیسے آئے۔ اس نے عرض کی۔ کہ میں کالا باغ گھاٹ پر پہنچا۔ ایک کشتی ادھر آنے کو تیار تھی۔ انہوں نے مجھے چڑھالیا۔ لیکن جب کرایہ مانگا۔ تو چونکہ میرے پاس کشتی کا کرایہ نہیں تھا۔ اس لئے انہوں نے مجھے نیچے اتار دیا میں پیدل چل کر حاضر خدمت ہوا۔

آپ نے حافظ محمد موسیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اگلے دن جو پراچے کی چیھٹی آئی تھی۔ کہ میری کشتی غرق ہو گئی ہے اور پندرہ سو روپے کا نقصان ہو گیا ہے۔ وہ اسی فقیر کے اتارنے سے ہوئی۔ پھر فرمایا۔ کہ اگر خدا تعالےٰ قیامت میں مجھ سے پوچھیں گے۔ کہ میرے لئے کیا تحفہ لائے۔ تو میں اسی شخص کو پیش کر دوں گا۔

زندے کا جنازہ

سفر ہندوستان میں آپ جبکہ بمبئی تشریف لے گئے۔ تو چند وہابیوں نے آپ کو دیکھ کر کہا۔ دیکھو ایسے بزرگ بنے پھرتے ہیں۔ ڈاڑھی بڑھائی تسبیح ہاتھ میں لی اور لوگوں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ یہ سب فریب اور دکانداری ہے۔ آؤ تو ذرا اسکی بھی قلعی کھول دیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک۔ خدا گمراہی سے بچائے)، چنانچہ انہوں نے مشورہ کیا۔ کہ ایک اپنے ساتھی کو چارپائی پر لٹا کر جنازے کی شکل میں ان کے پاس لے جائیں۔ اور

ان سے کہیں کہ اس کا جنازہ پڑھ دو۔ جب وہ جنازہ پڑھنے لگیں گے۔ تو ہمارا ساتھی چارپائی سے اٹھ بیٹھے گا۔ پھر دیکھنا ہم ان کی کیسی گت بناتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا جب چارپائی آپ کے سامنے رکھی گئی۔ تو فرمایا۔ کہ کیا اس کا جنازہ پڑھنا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں آپ نے تین دفعہ پوچھا۔ انہوں نے یہی جواب دیا۔ تو آپ نے بمعہ ہمراہیوں کے بسم اللہ کہہ کے نماز جنازہ پڑھ دی۔ لیکن چار کی بجائے پانچ تکبیریں کہیں۔ وہ لوگ اسی انتظار میں تھے۔ کہ ہمارا ساتھی ابھی چارپائی سے اٹھتا ہے۔ مگر اٹھتا کون۔ جا کر دیکھا تو مردہ پڑا ہوا تھا۔ حیران رہ گئے۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے پانچویں تکبیر جنازے میں اس لئے پڑھی تھی۔ کہ اگر قیامت تک بھی اس کو اٹھاتے رہو تو بھی نہیں اٹھے گا۔ (منقولہ از کتاب خواجہ حامدؒ مولفہ ملی محمد صاحب تونسوی)

ایک مرید کی دستگیری

گل محمد خاں سکنہ ہیرو حضورؒ کے غلاموں میں سے تھا۔ اور سبی علاقہ بلوچستان میں مجسٹریٹی کے عہدے پر مامور تھا۔ ایک دفعہ اس نے حضورؒ میں عرضیہ لکھا۔ کہ حضور ایک عجیب واقعہ ہوا ہے قتل کے الزام میں ایک شخص میرے پیش کیا گیا۔ فیصلہ سناتے وقت جب میں نے ملزم سے نام پوچھا۔ تو اس نے کہا۔ میرا نام اللہ بخش ہے۔ مجھے شرم آگئی کہ اپنے پیر کے ہم نام کو قید کا حکم سناؤں۔ یہ خیال دل میں کچھ ایسا سمایا۔ کہ میں نے حکم دیا۔ کہ ملزم کی ہتھکڑیاں نکال دو۔ یہ بری ہے

اب مدعی نے عدالت بالا میں اپیل کی ہے۔ جس میں مجھ پر الزام لگایا ہے کہ مجسٹریٹ نے رشوت لے کر ملزم کو چھوڑ دیا۔ اب حضور ہی اگر مہربانی فرمائیں تو اچھا ورنہ نجات کا کوئی ذریعہ نہیں نظر آتا۔ خط کا اختتام اسی ہندی کے شعر پر کیا۔ ؎

نہیں دی بھاندی پنلا تیکوں
اتیں منڈھوں نہیں لونٹریندی
وسار نہ ڈیویں پنلا تیڈی ہٹ سو نٹریندی

مطلب یہ ہے۔ کہ میری دستگیری کرو۔ جب خط حضور کی خدمت میں پہنچا۔ تو منشی عبداللہ صاحب کو فرمایا۔ کہ گل محمد کو تسلی تشفی کا خط لکھو۔ اور آخر میں نیچے یہ شعر لکھ دو۔ ؎

دور گیاں سجناں کوں پیاں ڈیکھن اکھیں
وسار نہ ڈیسوں پنلا خاطر جمع رکھیں

مطلب یہ کہ خاطر جمع رکھو۔ ہم تمہیں نہیں بھلائیں گے۔ غرض خط گل محمد خان کو بھیجا گیا۔ گل محمد خان کا بیان ہے۔ کہ جب مجھے حاکم بالا نے عدالت میں بلایا۔ تو کلرک کو حکم دیا۔ کہ قتل مذکورہ کے مقدمہ کی مثل پیش کرو۔ ہر چند تلاش کی گئی۔ مگر مثل ندارد۔ سارا دفتر ورق ورق کر کے الٹا گیا۔ مگر مثل کہیں بھی نہ ملی۔ ؎

ڈھونڈا ہی کریں حشر کے میداں کے سپاہی
وہ کس کو ملے جو تیرے دامن میں چھپا ہو

گل محمد خان بَری ہو کر واپس آیا۔ ؎

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گرداند ز راہ

(منقولہ کتاب خواجہ حامدؒ مولفہ علی محمد)

نسخہ شفا مورخہ ۸ شوال بروز جمعہ دربار عالیہ میں ایک شخص آیا جو بہت دنوں کا بیمار معلوم ہوتا تھا۔ آکر قدمبوس ہوا۔ اور عرض کیا کہ حضرت کوئی وظیفہ یا ورد فرمائیے۔ کہ خداوند کریم مجھے بیماری سے شفا کاملہ بخشے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ہر نماز کے بعد سات بار سورۂ فاتحہ پڑھکر اپنے سینہ پر دم کر دیا کرو۔ اللہ تعالےٰ شفا دے گا۔ چنانچہ ایسا کرنے سے مریض شفایاب ہو گیا۔

دلدل سے اونٹ کو نکالنا خان محمد مرانی نے مولوی نور محمد صاحب سکھانی کے سامنے بیان کیا۔ عرس شریف سے پہلے آپ نے مجھے ایک اونٹ دے کر بھیجا کہ دریا کے گھاٹ (پتن) پر گھی کے دو کپے پڑے ہیں وہ لاد کر لے آؤ۔ سردی کا موسم تھا۔ میں نے شام کے وقت پتن سے کپے لادے اور شہر کو روانہ ہوا۔ اونٹ کی مہار اس کی گردن پر ڈالی۔ اور پیچھے سے اسکو ہانکتا ہوا آرہا تھا۔ کہ یکایک اونٹ کیچڑ میں دب کر رہ گیا۔ میں نے جو دیکھا تو اونٹ دلدل میں ایسا پھنسا ہوا تھا۔ کہ کپے زمین سے جا لگے تھے۔ میں اکیلا تھا۔ کیا کرتا۔ ایک آدمی سے دھنسا ہوا

اونٹ نہیں نکل سکتا تھا۔ مجبوراً بیٹھ گیا اور کہا کہ لنگر والے جانیں، تھوڑی دیر کے بعد میں نے آواز سنی " ہُم ہُم" جیسے کوئی اونٹ کو اٹھا رہا ہے میں نزدیک پہنچا کہ دیکھوں یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے۔ کیونکہ آدمی تو کوئی نظر نہیں آتا۔ وہاں دیکھا تو آدمی بھی نہیں تھا۔ لیکن اونٹ کپوں سمیت اٹھ کر نکلا ہوا کھڑا تھا۔ میں نے اونٹ کی مہار پکڑی۔ اور لنگر شریف میں لا کر کپے اتار دئے۔ صبح کو جب حضور میں حاضر ہوا تو فرمایا۔ کہ دلدل سے کیسے نکلے۔ میں نے عرض کی حضور کی توجہ سے فرمایا میں وہاں کہاں تھا۔

مصیبت سے خلاصی مؤلف کتاب خواجہ حامدؒ (حافظ علی محمد صاحب تونسوی) کے جدامجد حاجی میاں علی محمد صاحبؒ حضور کے کام کاج کیلئے اکثر ملتان آیا جایا کرتے تھے، دراز قد کے بہت تیز چلنے والے تھے کہتے ہیں بعض اوقات صبح کی نماز تونسہ میں پڑھتے تو اسی دن شام کی نماز ملتان جا پڑھتے۔ تقریباً سو میل کا فاصلہ ہے۔ اٹھارہ سال تک لنگر کی طرف سے اسی قسم کی خدمت پر مامور رہے ان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ جب میں حسب معمول لنگر شریف کے کام کیلئے ملتان جا رہا تھا۔ ان دنوں خواجہ محمد سلیمان صاحبؒ کا روضہ تعمیر ہو رہا تھا۔ اس کے لئے ضروری سامان لوہا از قسم کنڈے۔ قُلفی۔ کیلیں وغیرہ لانے کیلئے خواجہ اللہ بخش صاحبؒ نے مجھے بھیجا تھا۔ میرے پاس خط میں لوہے کا مطلوبہ سامان لکھا ہوا تھا

ان دنوں بھگی۔ غدر یا بغاوت کا زمانہ تھا۔ دیوان ساون مل نے بغاوت کی ہوئی تھی پولیس نے مجھے رستے میں گرفتار کر لیا۔ اور خط بھی مجھ سے برآمد ہوا۔ وہ مجھے پکڑ کر مجسٹریٹ کے پاس لے گئے۔ اس نے خط میں لوہے کا سامان لکھا دیکھکر یقین کر لیا۔ کہ یہ باغیوں کا آدمی ہے اور پھانسی کا حکم دے دیا۔ میں نے ہر چند اصل کیفیت بیان کی کہ میں خواجہ صاحب کا خادم ہوں اور روضہ شریف کی تعمیر کیلئے لوہے کا سامان لینے جا رہا ہوں مگر اس نے ایک بھی نہ مانی اور پھانسی کا حکم نہ بدلا۔ آخر میں نے کہا مجھے ڈیرہ غازیخاں یعنی اپنے ضلع میں پھانسی دی جائے۔ حاکم نے منظور کر لیا اور مجھے بیڑیوں سے جکڑ ڈیرہ غازیخان لے آئے۔ میں دل میں گڑ گڑا کر دعائیں مانگ رہا تھا۔ کہ خدایا میں مصیبت میں پھنس گیا ہوں نیک لوگوں کے طفیل مجھے بچا اور کہہ رہا تھا۔ خواجہ! میں تمہارے کام کیلئے آیا تھا۔ بے گناہ پھانسی دیا جا رہا ہوں وغیرہ وغیرہ جب سپاہی مجھے ڈیرہ غازیخان کے بازار سے گذار رہے تھے۔ تو میری نظر خواجہ خیر محمد صاحبؒ پر پڑ گئی۔ انہوں نے بھی دیکھا۔ تو فرمایا۔ ہیں حاجی علی محمد! اور یہ بیڑیاں کیسی؟ میں نے ماجرا بیان کیا فرمایا فکر نہ کرو۔ کھانا میرے ساتھ آکر کھانا۔ غرض جب مجھے یہاں مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو میں نے کہا۔ کہ میں بے گناہ ہوں۔ خواجہ سلیمان صاحبؒ کے روضے کے لئے سامان لینے جا رہا تھا۔ نہ تو میں باغی ہوں اور نہ باغیوں کا ساتھی۔ مجسٹریٹ نے جب خط دیکھا تو کہا واقعی ایسا ہی ہے تمہیں غلطی سے پھانسی کی سزا دی گئی ہے۔ جاؤ تم رہا

میں خدا خدا کر کے وہاں سے بھاگا۔ کھانا خواجہ صاحب کے ہاں کھایا۔ اور سیدھا تونسے پہنچا۔ جب آپ کی قدمبوسی حاصل کی تو فرمایا ہیں۔ اتنی سی بات سے ڈر گئے تھے۔ خیر اچھا ہو گیا کہ جان چھوٹی۔

تعمیرات حضور کو تعمیرات کا بہت شوق تھا۔ اپنی تن آسانی کیلئے نہیں بلکہ زائرین اور عام مخلوق کے آرام کے لئے۔ کیونکہ پہلے مکان وغیرہ نہیں تھے اور عرس شریف پر لوگوں کو بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ تونسہ شریف میں وہ شاندار۔ بے نظیر عمارتیں مساجد۔ حوض گھنٹہ گھر روضہ شریف۔ مہمان سرائے۔ لنگر خانے۔ مسافر خانے۔ شیش محل۔ محل سرائے وغیرہ تعمیر کرائے۔ کہ دنیا کی شاندار عمارتوں میں ان کا شمار ہونے لگا۔ مسجد نبوی کے نمونہ پر عالیشان تعمیر کرائی۔ جن کے دونوں طرف شمال اور جنوب کو دو حوض ہیں۔ تاکہ نمازیوں کو وضو وغیرہ کیلئے آسانی ہو۔ سبحان اللہ قابل دید مسجد ہے۔ گھنٹہ گھر جو مسجد کے جنوبی کونہ پر سر بفلک ہے۔ بہت گھنٹے گھر دیکھے لیکن اسکی نظیر نظر سے نہیں گذری۔ ہر پندرہ منٹ کے بعد پاؤ گھنٹہ کی آواز سے بجتا ہے اور سالم گھنٹہ کے بعد ایک بڑی گونج والا گھنٹہ بجتا ہے۔ جسکی آواز تقریباً دو میل تک سنائی دیتی ہے۔

روضہ شریف بھی قابل دید زیارت گاہ ہے۔ گنبد سنگ مرمر کا اندر روضہ شریف کے اندر حضرت اعلیٰ کے مزار پر سنگ مرمر کی بارہ دری جس پر سنہری کام اس خوبصورتی سے کیا گیا ہے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے فرش بیش قیمت سنگ مرمر سے ایک عجوبۂ روزگار ہے۔ یہ سب عمارتیں

کاریگروں سے ایسے انداز میں تعمیر کرائی گئیں۔ کہ یورپ کے سیاح آکر دیکھتے ہیں۔ اور دنگ رہ جاتے ہیں۔ آستانہ مسجد کے دروازے کے سامنے ایک کنواں کھدوایا جو دوزٹہ ہے۔ جس سے زائرین کے علاوہ سارا شہر مستفید ہو رہا ہے۔ بلکہ گرد و نواح کے لوگ بھی اس سے پانی بھر کر لے جاتے ہیں۔ کیونکہ اس جیسا میٹھا کنواں سارے علاقہ منگھڑ میں نہیں ہے لنگر خانے بنوائے۔ جن میں دو وقت غریبوں کو کھانا ملتا ہے۔ اور بھی بیسیوں قسم کی عمارتیں تعمیر کرائیں جن کا ذکر کرنے کی یہاں گنجائش نہیں جو مکانات بھی حضرات کے آج شہر میں بنے ہوئے ہیں۔ ان سب کے نقشے آپ خود بناتے اور کاریگر اور معمار تیار کرتے۔ گویا قدرت نے انجنیرنگ کو آپ کے دماغ میں ودلیعت کر رکھا تھا۔ تعمیرات کیوجہ سے جہاں بہت سے فائدے اور ہوئے۔ وہاں ایک فائدہ یہ بھی ہوا۔ کہ اس وقت جو مزدور لگے ہوئے تھے وہ کاریگر بن کر اپنی لبراوقات کر رہے ہیں۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ حضرت صاحب ممدوحؒ کا منشا تعمیر مکانات سے ہرگز حُبّ جاہ کا نہ تھا۔ بلکہ یہ طریقہ تعمیرات بھی ایک طرح کی امداد غربا تھی۔ اس طریقہ سے خیرات کر کے انہوں نے مفت خورے نہیں بنائے بلکہ روزی حلال کما کر کھانے کا سبق دیا۔ پس حضرت صاحب کا یہ جائز طریقہ عام خیرات سے کہیں بڑھ کر تھا۔

اولاد پہلے صاحبزادے خواجہ حافظ محمد موسیٰ صاحبؒ۔ دوسرے صاحبزادے مولانا خواجہ احمد صاحبؒ تیسرے صاحبزادے

خواجہ میاں محمود صاحبؒ ۔

۱۲۹۸ھ میں حضور کے صاحبزادے مولانا حافظ احمد صاحب کا وصال عین شباب میں ہوا ۔ آپ حافظ قرآن ہونے کے علاوہ بڑے سخی تھے ۔ شکل وصورت میں یوسف ثانی تھے ۔ آپ کی وفات کا حضور کو بڑا صدمہ ہوا ۔ چنانچہ فرمایا کرتے ۔ کہ احمد نے مجھے جینے کا نہیں چھوڑا ۔

شمائل آپ کا چہرہ مبارک فراخ ۔ رعب دار ۔ پیشانی کشادہ ۔ آنکھیں بڑی خوبصورت بینی دراز ۔ داڑھی کے بال بہت گھنے تھے قد درمیانہ لیکن جسم بھاری بھرکم تھا ۔

لباس سر پر ایک قادری ٹوپی پہنتے ۔ ایک لانبا کرتہ بدن کو ڈھانپے رہتا نیچے اکثر نیلا تہمد باندھتے تھے ۔ سردیوں میں اکثر روئی دار ٹوپی پہنتے ۔ اور روئی دار قبا بھی استعمال کر لیتے ۔

معمولِ سفر آپ کا معمول تھا ۔ کہ چہارشنبہ کے روز کبھی سفر کو روانہ نہ ہوتے ۔ اور ہمیشہ ان تمام امور کی نگہداشت کرتے ۔ جو آپ حضرت اعلیٰ میں ملاحظہ فرماتے تھے ۔ جمعہ کا دن سب دنوں سے مبارک ہے ۔ اس کے علاوہ دیگر ایام بھی تاثیر سے خالی نہیں چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایام اسبوع کے متعلق چند شعر لکھے ہیں ۔ ان اشعار عربی کا مطلب اردو نظم میں اسطرح ہے (ملاحظہ ہو)

مبارک روز شنبہ ہے بلاشک ۔۔۔ ارادہ صید کا گر تو کریگا

جو یکشنبہ کو تو بنیاد ڈالے ۔۔۔ قیامت تک مکان تیرا رہیگا

سفر میں بیر کے تجھکو ظفر ہو — تیرا مطلب تجھے جلدی ملیگا
حجامت چاہیے سہ شنبہ کرنی — کہ اس میں خون کا دورہ بڑھیگا
مثل مشہور ہے کہ بدھ میں سدھ ہے — دوا کی ابتدا اگر تو کریگا
دعا مانگے تو ہے اچھی جمعرات — تری حاجت خدا جلدی سنیگا
نکاح شادی مبارک روزِ جمعہ — ثمر اس کا تجھے اچھا ملے گا

توقع ہے مجھے ان سے دعا کی
مرے یہ شعر جو صاحب پڑھیگا

تقسیم اوقات آپ نے کچھ ایسا معمول رکھا تھا۔ کہ اوقات میں ذرا فرق نہ پڑتا آپ علے الصباح اٹھ کر ضروریات سے فارغ ہوکر وضو فرماتے۔ اور کچھ دیر نماز سنت میں توقف فرماتے۔ اور بعدہٗ ٹھیک وقت پر جامع مسجد میں تشریف لاکر فرض باجماعت پڑھتے۔ فارغ ہوکر زیارت روضہ منورہ کے واسطے تشریف لے جاتے اور کچھ دیر فاتحہ وغیرہ پڑھتے۔ دیگر زائرین ومعتقدین حتےٰ کہ صاحبزادگان بھی باہر صف بستہ استادہ ہوتے۔ جب حضرت صاحب زیارت سے فارغ ہوتے تو صاحبزادہ صاحبان معہ دیگر حاضرین کے زیارت سے مشرف ہوتے۔

اس کے بعد آپ اکثر بنگلہ شریف (عبادت خانہ) میں رونق افروز ہوتے۔ اور زیادہ تر وردو وظائف ونوافل میں مشغول رہتے۔ بعدہٗ تغیر

مکانات کا ملاحظہ فرماتے اور راج مزدوروں کو اپنے دیدار فیض آثار سے
مشرف فرماتے۔ ان کے کام کی دیکھ بھال کرتے۔ مزدوری ہدایات دیتے
اور شاباش۔ شاباش ہمت کر دینے ان کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ بعدہٗ
دولت سرائے میں تشریف لے جاتے اور مہمانوں کو کھانا تقسیم فرماتے
جب سبکو کھانا مل جاتا۔ تو پھر سب صاحبزادگان کے ساتھ مل کر موافق
سنت نبوی کھانا تناول فرماتے۔ اگر کوئی صاحب حاضر نہ ہوتے تو
بہت دیر تک ان کا انتظار کرتے۔ دوپہر کو کچھ دیر قیلولہ فرماتے۔ اور
بعدہٗ وضو کرکے مسجد میں تشریف لے جاتے۔ اور بعد فراغت نماز
پھر زیارت روضہ منورہ سے منور ہو کر بنگلہ شریف (عبادت خانہ میں
تشریف لے جاتے۔ اور حسب معمول حدا مجد قرآن مجید کی تلاوت
فرماتے۔ پھر مختلف امور پر اہل مجلس سے گفتگو فرماتے اور کبھی نماز عصر
تک برابر مجلس قائم رہتی۔ آپ کی گفتگو عجیب قسم کی تھی۔ اہل علم کے
لئے وہ پورے عالم اہل صنائع کیلئے ہوشیار صانع۔ اہل مجلس اور
شاعر کے لئے نکتہ داں اور نکتہ شناس آپ کا طریق گفتگو بہت سادہ
تھا۔ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ ٹھلا الاو نٹر تیں ٹھلا کھا ونٹر یعنی ہم موٹی
بات کرتے اور سادہ غذا کھاتے ہیں۔ مگر بعض اوقات اثنائے
گفتگو میں ایسے نکتے بیان فرماتے۔ کہ لوگ حیران رہ جاتے عشاء کی نماز
دیر سے پڑھتے۔ اس وقت روضہ شریف میں ختم شریف اور نوافل
وغیرہ پڑھتے بعدہٗ حرم شریف میں تشریف لے جاتے۔

دل کی صفائی

شیر شاہ مرحوم سکنہ لعلو اپنے گاؤں کے ایک لعلوانی بلوچ کے ساتھ حضرت صاحب کی زیارت کو آیا

اسی دن کسی جگہ سے ایک غلام حضرت صاحبؒ کے واسطے ایک کوزہ لایا تھا۔ اس لعلوانی بلوچ نے شیر شاہ سے کہا کہ میں حضرت صاحب پر اسوقت یقین لاؤنگا۔ کہ اگر آج بغیر مانگے حضرت صاحب آپ کو یہ کوزہ یعنی (آفتابہ) عنایت کریں۔ دونو بیٹھ گئے۔ جس وقت شیر شاہ بعد قدمبوسی حضرت صاحب سے مرخص ہوا۔ اور چند قدم چلا۔ حضرت نے بلاکر وہ کوزہ اس کے حوالے کیا۔ سبحان اللہ کیا دل کی صفائی تھی کہ آئینہ کیطرح سب کچھ نظر آتا تھا۔ ؎

خاصانِ خدا خدا نباشند
لیکن ز خدا جدا نباشند

ایک دن تارک الصلوٰۃ کے متعلق گفتگو ہوئی۔ حضرت صاحبؒ نے مولوی خدا بخش صاحب کیطرف مخاطب ہوکر فرمایا۔ کہ مجھ کو وہ حدیث بہت پسند آئی ہے۔ کہ خوک (خنزیر) شکر کرتا ہے کہ مجھکو رب تعالیٰ نے خوک (سؤر) بنایا ہے۔ بے نماز تو نہیں بنایا۔ آپ نے اسطرح بیان فرمایا تھا۔ کہ خوک نے بدرگاہ رب الارباب آہ و نالہ کیا۔ کہ باری تعالیٰ لوگ مجھے خوک کہتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تو اس نام سے راضی نہیں تو تیرا نام بے نماز رکھتا ہوں۔ تب اس نے عرض کی کہ یا الٰہی! مجھے یہ نام منظور ہے، بے نماز میرا نام نہ ہو۔

دیگر مولوی درمحمد صاحب ارائیں سوکڑی کی روایت ہے۔کہ ایک دن میرے دل میں خیال پیدا ہوا ۔کہ ہم غریب لوگ جو چار پانچ کوس گھر سے طے کر کے حضرت کی قدم بوسی کے لئے آتے ہیں ۔ ہمارے حال پر یہ بے پرواہ عالی رتبہ کیا توجہ کرتے ہوں گے۔ بھلا بادشاہ کو گدا سے کیا کام ۔جب آدھ گھنٹہ میں حضرت کی محفل مقدسہ میں بیٹھا رہا اور پھر قدمبوسی کر کے چلنے لگا ۔حضرت نے فرمایا ۔کہ میاں درمحمد ہم بے پرواہ نہیں ہیں ۔ سچے مریدوں کو ہم بھی دل سے عزیز رکھتے ہیں ۔ اس وقت میرے دل میں حضرت صاحب کی بزرگی کا اعتقاد پہلے سے دہ چند ہو گیا ۔ اور میں بہت خوش ہوا ۔ کہ حضرت صاحب اس فقیر کے نام سے بھی واقف ہیں ۔ پھر جب کبھی مجلس عالیہ میں آنے کا اتفاق ہوتا تھا ۔ بس یہی دل میں خیال آتا تھا ۔ کہ حضرت صاحب کی توجہ فقط میری ہی طرف ہے ۔

نکتہ ایک روز دربار عالیہ میں آپ نے یہ دو حکایتیں استفادہ فرمائیں ۔

۱۔ کہتے ہیں ایک عورت مرگئی جب اس کو دفن کیا گیا ۔ تو منکر نکیر آئے اور حسب معمول سوال کیا مَنْ رَّبُّكَ وَمَنْ نَّبِيُّكَ تو اس بڑھیا نے جواب دیا ۔ کہ اے فرشتگانِ خدا مجھ عاجز کی طرف سے بجناب رب العزت عرض کرو ۔ کہ اے خداوند مطلق رحیم وکریم تو سارے جہان کا مالک ہے ۔ اور مجھ جیسی غریب جیسے لاکھوں بلکہ کروڑں بندگان رکھتا ہے ۔آپ نے

باوجود اس سلطنت کبریٰ کے اس بڑھیا ناکارہ کو فراموش نہیں فرمایا۔ بلکہ پرسندگان کو مقرر فرمایا ہے۔ بھلا میں ضعیفہ جو ماسوا آپ کی ذات عالیہ کے کوئی خدا نہیں رکھتی۔ آپ کو فراموش کر دوں گی۔ کہ آپ نے فرشتگان کو میرے اوپر مامور کر کے جواب طلب فرمایا۔

۲۔ ایک اور عورت کا ذکر ہے۔ کہ بعد مرنے کے جب اس سے سوال کیا گیا۔ کہ تو دنیا سے کیا لائی ہے۔ تو وہ زار زار رونے لگی۔ فرشتوں نے دریافت کیا کہ رونے کا کیا سبب ہے۔ تو اس نے جواب میں یہ گذارش کی۔ کہ میں دنیا میں گداگری کرتی تھی۔ لوگ کہتے تھے کہ خداوند تجھکو سیر کرے گا۔ اب یہاں سے بھی مجھ سے سوال کیا جاتا ہے۔ کہ تو دنیا سے کیا لائی۔

لکھا ہے کہ میاں حبیب صاحب ساکن یوسف زئی جو ایک متقی اور پرہیزگار شب بیدار شخص ہیں۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحبؒ کے مرید ہوئے تھے۔ اور انہوں نے حسب معمول دستور ایک تسبیح درود شریف اور تین تسبیح اللہ الصمد وظیفہ کے لئے انہیں فرمائیں۔ چونکہ انہیں مراقبہ اور ذکر جہر وغیرہ کا بڑا شوق تھا۔ دل ہی دل میں کہا کرتے تھے۔ کہ افسوس بڑے حضرت صاحب نے مجھے کوئی طریقہ مراقبہ اور اعتکاف وغیرہ کا نہیں بتایا۔ خواجہ اللہ بخش صاحب سے میرا دل نہ چاہتا تھا۔ کہ پوچھوں۔ کیونکہ میں بڑے حضرت کا مرید تھا اور میرے واسطے کسرِ شان تھی۔ کہ ان سے کچھ پوچھوں۔ گویا ان سے میں محروم رہا تھا۔

ایک دن حضرت اعلیٰ کی مزار مبارک پر یہی بات عرض کی۔ رات کو جب سویا۔ حضرت صاحب (پیر کو) کو خواب میں دیکھا اور انہوں نے فرمایا۔ کہ حبیب! تو مجھے مردہ جانتا ہے۔ تو ایک قانون اور پردۂ شریعت ہے۔ اور اس حالت (رؤیا) میں حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب بھی موجود تھے، میرا ہاتھ اسوقت ان کے ہاتھ میں دے کر فرمایا۔ کہ جو کچھ دریافت کرنا ہو۔ اِن سے پوچھو۔ میاں حبیب کہتے ہیں۔ اس دن سے میرا حضرت ثانی پر اسقدر اعتقاد ہوا۔ کہ میرا دل ہی بخوبی جانتا ہے۔

وصال

جمادی الاول ۱۳۱۹ھ میں آپ کو کچھ بخار سا ہوا۔ اور طبیعت کمزور ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ مسجد جانے سے بھی رہ گئے۔ ایام مرض میں آپ اس بنگلے میں جو کہ بھلے والے چاہ کے مشرق طرف ہے۔ قدرداز تھے، جب عصر کی نماز کا وقت قریب آیا تو اپنے دونوں فرزندوں کو فرمایا۔ کہ تم میرے ہاں رہو۔ اور اپنے پوتے خواجہ حامد صاحب کو فرمایا۔ کہ تم جا کر مسجد میں نماز باجماعت پڑھو۔ خانقاہ شریف کے سامنے بھی بیٹھنا اور شام کی نماز پڑھکر واپس آنا۔ خواجہ حامد صاحبؒ نے عصر کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کی خانقاہ مبارک پر زیارت کرنے سے پہلے خلیفہ جمال دین نے مصلےٰ اپنی مخصوص جگہ پر بچھا دیا خواجہ حامد صاحب مصلےٰ سے الگ ہو کر بیٹھے اور فرمایا کہ میں اپنے جدامجد اور والد بزرگوار کی موجودگی میں

مُصلّے پر نہیں بیٹھتا۔ غرض شام کی نماز پڑھنے کے بعد جب خواجہ حامد صاحبؒ حضور میں حاضر ہوئے۔ تو پوچھا کہ نماز پڑھی تھی۔ انہوں نے عرض کی جی ہاں۔ آپ نے پھر پوچھا مُصلّے پر بھی بیٹھے تھے۔ خواجہ حامد صاحبؒ خاموش رہے۔ آپ نے خلیفہ جمالُ دین کو بلا کر کہا۔ کہ مُصلّے کیوں نہیں بچھایا اس نے عرض کی میں نے بچھایا تھا۔ لیکن صاحبزادہ صاحب خود نہیں بیٹھے۔ آپ نے فرمایا یہی بیٹھیگا۔ یہی بیٹھیگا۔ یہی بیٹھیگا۔

حافظ موسےٰ نے عرض کی خدا مجھے حضور کا غم نہ دکھلائے۔ آپ نے فرمایا جو منشاء الہیٰ ہوگا۔ وہی ہوگا۔ غرض آپ کی طبیعت دن بدن کمزور ہوتی گئی۔ حکیموں نے بہت علاج کیا مگر۔ ؎

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

آپ نے اپنے دو فرزندوں کو بلایا۔ اور خواجہ محمود صاحبؒ سے فرمایا۔ کہ موسیٰ کا خیال رکھنا۔ انہوں نے عرض کی۔ بھائی صاحب مجھ سے بڑے ہیں ہمیشہ چھوٹوں کو بڑوں کے سپرد کیا جاتا ہے۔ آپ الٹا بڑے کو چھوٹے کے سپرد کرتے ہیں۔

حضور نے فرمایا۔ موسےٰ ایک سیدھا سادا فقیر آدمی ہے۔ اور تم فقیر بھی ہو اور امیر بھی موسےٰ کا خیال رکھنا۔ غرض جمعہ کو آپ پر مرض کی بڑی شدت رہی۔

۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸ جمادی الاوّل آپ برابر کلمہ شریف اور کلمہ شہادت کا ورد کرتے رہے۔ کہتے ہیں۔ کہ دُور دُور تک کلمہ بالجہر کی آواز سنائی

دے رہی تھی - ۲۹ رکی شب کو آپ نے نماز عشاء برابر پڑھی - اور تہجد
کے واسطے بھی اٹھے اور اشاروں سے ادا کی۔

سنیچر کے روز ۲۹ رجمادی الاول نماز صبح کے واسطے وضو فرمایا اور
بعد نماز جب دعا طلبی کے واسطے ہاتھ اٹھائے تو اس قطب مدار کی روح
پرفتوح اعلےٰ علیین میں جا پہنچی اور آپ نے اسطرح پیام اجل کو لبیک
کہا - ان للہ وانا الیہ راجعون -

آپ کی وفات حسرت آیات کی خبر بجلی کی طرح پھیل گئی - جنازے
کی نماز میں ہزارہا لوگ شامل تھے - آپ کے چہرہ مبارک سے نور برس
رہا تھا -

آپ کو روضہ مبارک کے اندر اپنے فرزند حافظ احمد صاحب کے پہلو
میں دفن کیا گیا

آپ کی تاریخ وفات

چراغ جہاں بجھ گیا ہے سے نکلتی ہے
سے گفتا نہفت ابراجل آفتاب دین ۱۳۱۹ھ

رنج وغم (۱۳۱۹ھ) آج ، بجھ گیا ہے چراغ (۱۳۱۹ھ) ہند اور چراغ پنجاب بجھ گیا ہے وغیرہ
سے نکلتی ہے -

واضح ہے کہ آپ کا وصال ۱۳ر ستمبر ۱۹۰۱ء مطابق ۲۹ رجمادی الاول
۱۳۱۹ھ بروز شنبہ بوقت نماز صبح ہوا - اور آپ اس وقت نماز
میں مصروف تھے -

Scanned with CamScanner

در مدح

خواجہ اللہ بخش صاحب علیہ رحمت

رہنمائے عارفاں اللہ بخش

قبلہ گاہِ انس و جاں اللہ بخش

چہ عجب بالائے تر دارد مقام

از قیاس و از گماں اللہ بخش

فخر فخر چشتیاں اللہ بخش

شہ سلیمانِ زماں اللہ بخش

وارثِ مُلک سلیمان ذاتِ او

دار دائم وِردِ جاں اللہ بخش